حق حکمرانی اور اس کے تقاضے

اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق پر فرشتوں سے فرمایا تھا:

﴿انی جاعل فی الارض خلیفة﴾ کہ "میں انسان کو اس کائنات پر خلافت کا شرف بخش رہا ہوں۔"

بعض اوقات یہ حکمرانی اللہ کے برگزیدہ بندوں کے پاس رہی اور بسا اوقات یہ حکمرانی ایسے لوگوں کے ہاتھ آئی جو فاسق وفاجر اور ظالم تھے۔

اچھے اور صالح حکمرانوں نے عدل وانصاف قائم کیا۔ لوگوں میں مساوات پیدا کی۔ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات اور قوانین کو نافذ کیا۔ انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے تعمیری کام کیے۔ جبکہ فاسق وفاجر اور ظالم حکمرانوں نے انسان کو غلام بنانے اور ان کا عرصہ حیات تنگ کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ قدم قدم پر انہیں اذیت پہنچانے اور ان کی جبیں اور اپنے در کو چوکھٹ پر جھکانے کے لیے پوری قوت صرف کی اور اپنی آمریت مسلط کی۔ لوگوں کی عزت، جان، مال اور آبرو کو پامال کرتے رہے۔ اچھے حکمرانوں کو لوگ آج بھی پ یزہ الفاظ میں یاد کرتے ہیں اور انہیں ظلِ الٰہی قرار دیتے ہیں جبکہ ظالموں کے لیے شدید نفرت، حقارت کا اظہار کرتے ہیں اور انہیں عذابِ الٰہی سے تعبیر کرتے ہیں۔

اسلام میں خلافت راشدہ کا دور ہر لحاظ سے مثالی تھا۔ خصوصاً سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دورِ حکومت درجہ کمال کو پہنچا تھا، جو عدل وانصاف، امن وامان اور خوشحالی کا نادر نمونہ تھا۔ جس نے صحیح فلاحی مملکت کا درجہ پایا تھا۔ اس کے بعد بھی ایسی مایہ ناز حکومتیں قائم ہوئی، جنہوں نے نہایت عمدہ مثالیں قائم کیں اور لوگوں نے معاشی ترقی کا دور بھی دیکھا کہ پوری اسلامی مملکت میں کوئی زکوٰۃ لینے والا نہ تھا۔ ان میں خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اور اندلس میں ہشام بن عبدالرحمٰن کا دورِ حکومت خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

امیر ہشام عبدالرحمٰن الداخل کا منجلا کا بیٹا تھا۔ جس کی پیدائش، پرورش اور تعلیم اندلس میں ہوئی۔ اندلس کے بلند پایہ علماء اور اتالیق اس کی تعلیم وتربیت پر مامور ہوئے۔ ہشام شروع ہی سے سلیم الفطرت، صالح اور سنجیدہ تھا۔ تفسیر،

حدیث، اصول، فقہ پر مکمل دسترس تھی۔ منطق و فلسفہ کا ماہر تھا۔ ادبی ذوق رکھتا تھا۔ بہترین شاعر اور لاجواب خطیب تھا۔ جدید علوم میں گہری دلچسپی لیتا، جس کی وجہ سے لوگوں میں بھی کافی رجحان تھا۔ درباری مجلسوں میں شریک ہوتا، سفراء سے ذاتی طور پر ملتا اور باہمی دلچسپی کے امور پر گفتگو کرتا۔ کمال درجے کا منتظم، بیدار مغز، جہاندیدہ، فہمیدہ اور صاحب الرائے تھا۔ علمی مجالس میں خود شریک ہوتا اور طرفین کی گفتگو سن کر اپنی رائے کا اظہار کرتا۔ دوسروں کو بولنے کا موقعہ دیتا اور خود کم بولتا۔ قوت فیصلہ کی خوبی کا مالک تھا۔

آپ کا دور حکومت مثالی تھا۔ جب برسر اقتدار آئے تو اندلس میں یہودی، عیسائی اور مسلمان باہمی دست و گریبان تھے۔ لیکن آپ کی فراست اور حکیمانہ فیصلوں کی بدولت تمام طبقے باہم شیر و شکر ہو گئے۔ آپ نے عربی زبان کو سرکاری زبان اور لازمی مضمون قرار دیا۔ جس کی وجہ سے لوگ اسلامی تعلیمات سے نہ صرف آگاہ ہوئے بلکہ کثرت سے اسلام قبول کرنے لگے۔ باہمی بدگمانی اور غلط فہمیاں ختم ہو گئیں۔ ہشام کا دور علمی ترقی کا نقطہ عروج ہے۔ علماء کی حوصلہ افزائی کے لیے قرطبہ علمی مرکز بن گیا۔ دنیا جہاں سے علماء قرطبہ کا رُخ کرنے لگے۔ طالبان علوم کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ وظائف مقرر کیے گئے۔ لاتعداد تشنگان علوم حکومت کی سرپرستی میں حصول علم کے لیے حرمین شریفین تشریف لے گئے اور براہِ راست ممتاز ائمہ سے تفسیر، حدیث کا علم حاصل کرنے لگے۔ اندلس کی تمام مساجد میں مکتب کھولے گئے۔ جہاں ابتدائی تعلیم کا بہترین انتظام موجود تھا۔ مدرسین اور معلمین کے وظائف مقرر کیے گئے۔ سائنس، ریاضی، کیمیا، طب، فلکیات، ارضیات، طبعیات کی تعلیم کے لیے مدارس کا خاص اہتمام کیا گیا۔ فن تعمیر، صنعت و حرفت، زراعت کے ساتھ فنون لطیفہ کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ لوگوں میں مطالعہ کا شوق پیدا کیا گیا۔ کتب کی اشاعت کے ساتھ بہترین لائبریریوں کا اہتمام کیا گیا۔

ہشام بہت مدبر اور سلیقہ شعار حکمران تھا۔ عوام کے مزاج سے آشنا تھا اور ہمیشہ ان کی نبض پر ہاتھ رکھتے اور وقت کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے۔ ان کی ضرورتوں کا خیال کرتے تھے اور بہترین طریقہ سے حق حکمرانی ادا کرتے تھے۔

ہشام نے اپنے بیٹے حکم کو ولی عہد نامزد کیا تو اپنے تجربات کی روشنی میں اسے نصیحت فرمائی۔ آپ نے جو گفتگو کی وہ آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ آج بھی اس کی اتنی ہی اہمیت اور ضرورت ہے جتنی اس وقت تھی۔ اس کا ایک ایک حرف لائق توجہ ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کو ایوان اقتدار کی پیشانی پر رقم کر دیا جائے تاکہ حکمران آتے جاتے اس کا مطالعہ کریں۔ اس میں حق حکمرانی کے وہ زریں اصول موجود ہیں کہ اگر کوئی حکمران کامیاب ہونا چاہتا ہے تو اس پر عمل کرے۔ یہ نصیحت نامہ درج ذیل ہے۔ امیر ہشام فرماتے ہیں اے بیٹے:

''عدل وانصاف کرنے میں امیر اور غریب میں امتیاز نہ کرنا۔ جو لوگ تمہارے دست نگر ہیں' ان سے بلطف و رفق پیش آنا۔ کیونکہ سب لوگ خدا تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ اپنے صوبوں اور شہروں کی حفاظت' نمک حلال اور تجربہ کار لوگوں پر چھوڑنا۔ تمہارے حکام جو رعایا کو تنگ کریں ان کو بے رحم ہو کر سزا دینا۔ اپنے سپاہیوں پر اعتدال اور استقلال سے حکومت کرنا۔ یاد رکھنا کہ ان کو ہتھیار اس لیے دیئے جاتے ہیں کہ وہ ملک کی حفاظت کریں نہ کہ اس واسطے کہ وہ ملک کو تباہ کر ڈالیں۔ خبردار ان کو تنخواہیں وقت پر دینا اور ان سے جو وعدے کرو وہ پورے کرنا۔ ہمیشہ اس کوشش میں رہنا کہ تمہاری رعایا تمہاری گرویدہ رہے کیونکہ ان کی محبت ہی سے سلطنت کا قیام و دوام ہے۔ اگر وہ تم سے ڈریں گے تو وہ تمہارے لیے خطرناک ہوں گے۔ اگر وہ تم سے نفرت کریں گے تو یاد رکھو یہی تمہاری بربادی کا باعث ہوگا اور لوگوں کی حمایت و حفاظت کرنا جو کاشتکار ہیں' ہمارے لیے روٹی مہیا کرتے ہیں خبردار ان کی فصلیں خراب نہ ہونے پائیں۔ ان کے جنگل اور چراگاہیں تباہ نہ ہو جائیں۔ ہر بات میں ایسا طرزِ عمل اختیار کرنا کہ تمہاری رعایا تمہیں دعائیں دے اور تمہارے زیرسایہ خوشی وخرمی سے اپنی عمریں گزار دے۔ یہی اور صرف یہی طریقہ ہے جس سے تمہاری نیک نامی ہوگی اور تمہارا نام شاندار بادشاہوں کی فہرست میں آ جائے گا'' (اخبار الاندلس۔ جلد اول۔ ص:۴۴۲/۴۴۳)

درج بالا وصیت ایک روشن دماغ حاکم کی طرف سے ہے۔ اگرچہ اس کے اولین مخاطب ولی عہد امیر حکم تھے' لیکن اس میں بیان زریں اصول آنے والے تمام حکمرانوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔ پائیدار حکومت کا پہلا ضابطہ عدل وانصاف کا قیام ہے۔ جس میں امیر' غریب کی تفریق نہ ہو۔ آئین اور قانون کی حکمرانی میں سب برابر ہیں۔ مجرم کتنے بااثر ہی کیوں نہ ہوں' آئین اور قانون کا اطلاق ان پر بھی ہونا چاہیے۔ محبّ وطن' مخلص اور وفادار لوگ ہی وطن کا دفاع اور اس کی تعمیر وترقی میں کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ابن الوقت مفاد پرست اور جی حضوری کرنے والے کبھی بھی تعمیری کردار ادا نہیں کر سکتے۔ جب تک ان کے مفادات پر زد نہیں پڑتی' وہ حکومت کے ساتھ منسلک رہتے ہیں اور آزمائش آنے پر فوراً جگہ تبدیل کر لیتے ہیں جس کا مظاہرہ ہر دور میں کیا جا سکتا ہے۔

کس قدر سچی اور برمحل بات ارشاد فرمائی کہ سپاہیوں کو ہتھیار اس لیے دیئے جاتے ہیں کہ ملک کی حفاظت کریں' نہ کہ اس کو تباہ کریں۔ آج ہمارا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں ہتھیار ہے' وہ قبضہ گروپ بنا کر بیٹھا ہے۔ حتیٰ کہ پوری قوم کو یرغمال بنایا ہوا ہے۔ وعدوں کی پاسداری کا علم یہ ہے کہ سالانہ بجٹ میں جو اعلان کیے جاتے ہیں وہ کبھی پورے نہیں ہوئے۔ کھوکھلے نعرے' جھوٹے وعدے' فریب' دھوکہ ہماری سیاست کا حصہ بن کر رہ گیا ہے۔

[illegible] کی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ ان کی بھلائی اور خیر خواہی کے کام کریں جس سے وہ حکومت کے گرویدہ ہو جائیں اور [illegible] اپنے حکمرانوں کا احترام کریں۔ اگر عوام اپنے حکمرانوں سے [illegible] ہو جائیں تو یہ سب سے خطرناک صورت حال ہے۔ ایسے حکمرانوں سے نفرت کریں گے اور ہر اس تحریک کا حصہ بن جائیں گے جو حکومت کی بربادی کیلئے چلائی جائے۔

ہر دور میں کسان کا کردار بہت نمایاں رہا ہے۔ یہ دن رات گرمی سردی میں محنت مشقت کر کے اناج اُگاتے ہیں سبزیاں اور پھل پیدا کرتے ہیں۔ یہ لوگ پوری توجہ اور رعایت کے مستحق ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا جاتا۔ آج کا کسان سب سے زیادہ مظلوم ہے۔ فاقہ کش ہے اور مہنگائی سے بے حد متاثر ہے۔ ایک اچھے حکمران کی یہ علامت ہے کہ وہ زمینداروں اور کسانوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے تا کہ وہ بھی آسودہ زندگی بسر کریں۔

موجودہ حالات میں اگر ہم اس کا موازنہ کریں تو ایک بات بھی ایسی نہیں جن پر حکمران عمل پیرا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ رعایا حکمرانوں سے نالاں ہے اور ان سے چھٹکارا پانے کی دعائیں کرتی ہے۔

ہم تمام طبقات سے گزارش کریں گے کہ وہ امیر ہشام کی وصیت کا بار بار مطالعہ کریں اور اپنے اعمال کا جائزہ لیں کہ جہاں کہیں غلطی ہو رہی ہے اس سے اجتناب کریں اور ان اوصاف حمیدہ کو اختیار کریں جن کے ذریعے عوام ان کے گرویدہ ہو جائیں۔

حکومت کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ کی خلافت کا قیام ہے۔ یہ کام رعایا کی خدمت کر کے ہی کیا جا سکتا ہے۔ اچھی اور عمدہ حکومت کی پہچان اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تکمیل، اس کے نفاذ کے ساتھ عوام کی بھلائی اور خیر خواہی ہے۔ اُمید ہے حکمران ان معروضات پر ہمدردی سے غور فرمائیں گے۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆

چیف جسٹس کی بحالی............اخلاقی ذمہ داریاں

پاکستانی عدلیہ کی تاریخ میں 20 جولائی کا دِن ہمیشہ یاد رکھا جائے گا جب سپریم کورٹ کے فل بینچ نے جسٹس خلیل الرحمٰن رمدے کی سربراہی میں جناب چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کے خلاف صدارتی ریفرنس کو کالعدم قرار دیتے ہوئے انہیں بحال کر دیا ہے۔ یہ ریفرنس ایک ایسے صدر کی طرف سے دائر کیا گیا تھا جو بیک وقت صدر اور